الہ آباد یونیورسٹی سے عالم فاضل اور کامل کے امتحانات بھی پاس کیے، تعلیم سے فراغت کے بعد لاہور کے کسی اخبار میں اڈیٹر ہو گئے۔ ڈیڑھ دو برس بعد وطن واپس آکر مختلف مدرسوں میں درس وتدریس کا کام کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں ایک برس دارالعلوم دیوبند میں بھی درس کی خدمت انجام دی۔ سنہ ۴۲ء میں درس قرآن کی خدمت پر کلکتہ کی مشہور مسجد کولوٹولہ اسٹریٹ سے وابستہ ہوئے، پھر ۴۷ء میں تقسیم کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ کا اجرا ہوا تو مرحوم یہاں فقہ اور حدیث کے استاد مقرر ہوئے۔ میرے اور انکے تعلقات کا آغاز یہیں سے ہوا۔ جولائی ۱۹۶۱ء میں یہاں سے سبکدوش ہوکر وطن چلے آئے۔ اُن کا خاندانی کتب خانہ بڑا شاندار اور مطبوعات ومخطوطات پر مشتمل تھا، شب و روز مطالعہ میں معروف رہنے لگے۔ مرحوم خوش تقریر، واعظِ شیریں بیان، حد درجہ بذلہ سنج اور خوب گفتار تو تھے ہی ان کی علمی استعداد بھی بڑی پختہ تھی۔ ان کو تفسیر، حدیث، فقہ، شعر وادب اور تصوف سب سے یکساں مناسبت تھی۔ عربی، فارسی اور اُردو تینوں زبانوں کے شاعر تھے، تصنیف وتالیف کا بھی ذوق تھا۔ ایک ضخیم کتاب "بنگال کے اُردو شاعروں کے تذکرہ میں" انھوں نے بڑی محنت اور تحقیق وتلاش سے مرتب کی تھی جس پر کلکتہ یونیورسٹی کے پروفیسر عطا کریم برق نے مقدمہ اور میں نے پیش لفظ لکھا تھا۔ عربی میں ان کی ایک کتاب "المدلل فی اصول الفقہ" ہے۔ فارسی میں ان کی ایک مثنوی "نغمۂ فردوس" ہے جو ساڑھے تین سو اشعار پر مشتمل ہے اور اس میں تصوف کے نہایت مضامین اور دقیق مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ آخر عمر میں ان کو تصوف سے بڑی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی اور اس سلسلہ میں شیخ اکبر کی فتوحات　　اور مجدد الف ثانی کے مکتوبات سب کو ہضم کر گئے تھے۔ تصوف پر حضرت شاہ ولی اللہ کی تصنیفات پر بھی انکی بڑی اچھی نظر تھی، علی گڑھ اکثر آتے اور میرے پاس گھنٹوں بیٹھتے۔ مگر جب وہ تصوف کے اسرار وغوامض پر بولنا شروع کر دیتے تو جھوم جھوم کر مسلسل تقریر کرتے اور درمیان درمیان میں اشعار بھی پڑھتے جاتے تھے۔ 'برہان' کے شروع سے خریدار اور اس کے بڑے قدرداں تھے، ایک ایک پرچہ محفوظ سے رکھتے تھے۔ چنانچہ وفات کے بعد ان کے کتب خانے سے شروع سے ابتک کی 'برہان' کی مکمل جلدیں ملی ہیں۔ اور اب میں نے ان کے کتب خانہ کی فہرست دیکھی تو اس میں نوادر مخطوطات کا خاصہ ذخیرہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ان کی تصنیفات جن کا ذکر ہوا ابتک غیر مطبوعہ ہیں اگر کوئی ادارہ انہیں شائع کرنا چاہے تو مجھے لکھے۔ غرض کہ بڑی خوبیوں اور کمالات کے انسان تھے، مہمان نوازی اور کشادہ دستی انھیں ورثہ میں ملی تھی۔ اچھا کھاتے اور اچھا کھلاتے تھے۔

اس میں باپ دادا کی جائداد پر اضافہ تو کیا کرتے جو کچھ بھی تھی اسے بیچ باچ کے برابر کردیا۔

(باقی صفحہ ۶۴ پر)

تبصرے

اسوۂ رسول اکرم از جناب ڈاکٹر عبدالحی صاحب۔ تقطیع متوسط (۲۲×۱۸) ضخامت ۶۵۶ صفحات۔ کتابت وطباعت معیاری، نہایت حسین پلاسٹک کور کے ساتھ مجلد قیمت ۳۴/- پتہ: سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک۔ کراچی۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اب تک بے شمار کتابیں ہر زبان میں چھپ چکی ہیں جن میں سے زیادہ تعداد ایسی کتابوں کی ہے جن میں سیرت کا تاریخی پہلو غالب ہے۔ خواہ اسوۂ حیات بھی اس میں آگیا ہو مگر اسکی حیثیت قانونی اور ضمنی ہے۔ دوسری قسم کتب سیرت کی وہ ہے جن میں سیرت نبوی کے وہ پہلو اجاگر کیے گئے ہیں جو اُمّت کے لیے نمونہ ہیں اور عملی زندگی میں وہ نشان راہ کا کام دے سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کب پیدا ہوئے اور آپ کی پرورش کس قبیلے میں ہوئی یہ سیرت کا خالص تاریخی پہلو ہے اور لازماً ایک مومن کو اس سے بھی باخبر ہونا چاہیے مگر اس قسم کے واقعات میں اُمّت کے لیے کوئی نمونہ اور قابل تقلید واتباع کوئی بات نہیں ہے۔ اور جب یہ بیان کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ پڑوسیوں کے ساتھ کیا تھا، اور دشمنوں سے کس طرح پیش آتے تھے، مہمانوں کے ساتھ آپ کیسا سلوک کرتے تھے تو یہ بھی سیرت ہی ہے مگر یہ سیرت کا قابل تقلید پہلو ہے اور یہ اسوۂ نبوی کا بیان ہے اور اہل ایمان کو اللہ کا حکم ہے کہ جو اللہ اور آخرت کا آرزومند ہو اس کے لیے رسول اللہ کی زندگی نمونہ ہے، سیرت کے اس پہلو پر بھی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر انکی تعداد نسبتاً کم ہے۔ سیرت کی یہ شاخ شمائل کے نام سے مشہور ہے جس پر سب سے زیادہ مشہور کتاب امام ترمذی کی شمائل ہے۔ جس کی شروح ملا علی قاری ابن حجر مکی اور عبدالرؤف مناوی وغیرہ نے لکھی ہیں۔ اردو میں بھی اس ترجمہ اور اس موضوع پر مستقل